اُردو زبان اور صنفی جانبداری

Urdu Language and Gender Bias

ڈاکٹر طارق محمود ہاشمی

ایسو سی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو

جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

ڈاکٹر سمیرا اکبر

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو

جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract:

Language is social need of humanity but if the question arises on the basis of gender as to whose role has been fundamental and important to this formation process then the structure and internal evidence of most languages show that there is much lesser feminine touch in it. Because of masculine domination, structure of most of the languages show that man is superior while woman is considered weak, fragile and inferior.

In contemporary age some linguists are trying to make language neutral. The aim of eradicating the prevailing notions of masculinity and femininity by promoting gender neutral language is also to eradicate the notions found in the society, which are based on man fulfilling his social needs. For this, it is very important that the speeches which are biased when calling a gender are not encouraged.

There are a number of words, idioms and proverbs in Urdu that express the ancient social concepts of gender and express men's feelings of gender superiority and, conversely, feminine inferiority, as in dictionaries. In the meanings given to man, not only his gender meaning is recorded but also all the notions of bravery, superiority, glory and splendour are present in the society since ancient times.

Key words: Urdu, Gender, Neutral language ,Feminism, Man, women

کلیدی الفاظ:

اردو، غیر جانبدار، صنفی زبان، تانیثیت، مرد، عورت

انسان نے اپنی سماجی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے زبان تشکیل دی لیکن اگر صنفی بنیادوں پر یہ سوال اُٹھایا جائے کہ اِس تشکیلی عمل میں کس کا کردار بنیادی اور اہم رہا ہے تو بیشتر زبانوں کی ساخت اور داخلی شواہد سے یہ پتا چلتا ہے کہ اس میں نسائی وجود کو شاید زیادہ اہمیت نہ دیتے ہوئے تذکیری غلبے کو برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی۔ مثلاً عربی لفظ "اخوت"، انگریزی لفظ "Brotherhood" اور اُردو لفظ "بھائی چارہ" ہی پر غور کریں تو اگرچہ ان تینوں کا مطلب انسانی معاشرے میں بلا امتیازِ جنس ہم آہنگی اور محبت لیا جاتا ہے لیکن لفظوں کی ساخت پر غور کریں تو جس صِنف سے وابستہ لفظ کو بنیاد بنایا گیا ہے، وہ مرد ہے۔

بعض ماہرین بشریات "Mother Language"، مادری زبان اور ماں بولی ایسے الفاظ کو قدیم مادر سری معاشرے سے جوڑتے ہوئے زبان کے تشکیلی یا ترتیبی عمل میں عورت کے کردار کو اہمیت دیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان اصطلاحات میں Mother، مادر اور ماں سے مراد وہ عورت نہیں جو بچے کو جنم دیتی ہے اور پھر اُسے زبان سکھاتی ہے بلکہ یہاں اِن الفاظ کا معنی اصل، بنیادی یا جڑ ہے۔ یعنی جب کسی کی مادری زبان کا سوال اُٹھتا ہے تو اس سے مراد اس فرد کی اصل یا بنیادی زبان ہوتی ہے۔ لغات میں ماں کی صفتِ تولید کے باعث، اُس کا ایک معنی، بنیاد یا جڑ بھی ہے اور اِس صفت کی بنا پر Mother of Invention یا ام الامراض ایسی تراکیب رائج ہیں۔

زبان کے موجودہ ڈھانچے پر تذکیری غلبے کے پیش نظر ۱۹۷۰ء کی دہائی میں کیسے ملر (Casey Miller)[1] اور کیٹ سوئفٹ (Kate Swift)[2] نے ایک کتابچہ "The Hand Book of Nonsexist Writing" مرتب کیا، جس میں صنفی غیر جانبدار زبان کی تشکیل پر زور دیا اور زبان کی اُس صنف اساس لسانی ساخت میں اصلاح کے لیے تجاویز دیں جس میں خواتین کے بارے میں متعصبانہ رویے پائے جاتے ہیں۔ ۱۹۸۰ء کے بعد کئی ایک تانیثی اہلِ دانش نے زبان کے ایسے ڈھانچے کی تشکیل کے سلسلے میں اصلاحی کاوشیں کیں جو صنفی لحاظ سے غیر جانبدار ہو۔ ان کا نقطہ نظر ہے کہ زبان کو Desex کیا جائے اور تحریر و تقریر میں کلام کا پیرایہ ماورائے جنس ہونا ضروری ہے۔

غیر جانبدار صنفی زبان (General Neutral Language) یا جامع صنفی زبان (Gender Inclusive Language) کا تصور کیا ہے؟ اس بارے میں ہنری واسٹن فولر (Henry Waston Fowler)[۳] یوں وضاحت کرتے ہیں:

> ''یہ ایک ایسی زبان ہے جو کسی صنف یا معاشرتی جنس سے برتے گئے تعصب سے گریز کرتی ہے۔ اس میں ایسے اسما استعمال کیے جاتے ہیں جس میں کسی خاص صنف انسانی کے کردار یا پیشوں کا اظہار نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح اسمائے ضمیر کے استعمال سے بھی گریز کیا جاتا ہے تا کہ افراد نامعلوم رہیں یا صنف کا تعین نہ ہو سکے۔''[۴]

صنفی غیر جانبدار زبان پر زور دینے کا مقصد دراصل اُن متعصبانہ سماجی تصورات سے گریز کو ممکن بنانا ہے جو قدیم تاریخ سے ایک مرد مرکز معاشرے کے باعث تشکیل پا گئے۔ بہت سے منصب اور پیشے ایسے ہیں کہ جن پر زمانہ قدیم سے محض مردوں کے قبضے کے باعث انگریزی میں اُن کے عنوانات کے لیے Man کا لاحقہ لگا کر فعل سے فاعل ظاہر کیا جاتا رہا ہے مگر فی زمانہ خواتین کے عملی زندگی میں ایک وسیع تر کردار کے باعث یہ لاحقہ بے معنی ہو چلا ہے۔ اس لیے زبان کے جامع صنفی نظام میں بھی اِس لاحقے کی کوئی گنجائش نہیں رہی اور اب نسائی اہل دانش اس سلسلے میں متبادل الفاظ یا لاحقوں کی تلاش میں ہیں۔[۵]

انگریزی میں لفظ Man سے پرہیز اس لیے بھی ضروری خیال کیا گیا ہے کہ یہ لفظ مرد کی جنس کے لیے استعمال ہونے لگا ہے لیکن جہاں تک اس کے ماخذ کا تعلق ہے تو ماضی میں اس کا محدود صنفی استعمال نہیں تھا بلکہ اس سے مراد انسانی وجود تھا۔ اس سلسلے میں کیرلن جیکب سن (Carolyn Jacobson)[۶] ان حقائق سے پردہ اٹھاتی ہیں کہ:

> ''ماضی قدیم میں لفظ Man سے مراد جملہ انسانی اصناف تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا معنی محدود ہوتا گیا اور اس سے مراد مرد کا وجود لیا جانے لگا۔ اینگلو سیکسن اہلِ قلم اس لفظ کو تمام افراد کے لیے استعمال کرتے تھے۔ انہیں کی ایک مثال ایک اینگلو سیکسن ادیب کی ہے کہ جس نے ایک شہزادی کو Wonderful Man کہا۔ Man کا لفظ Homo کا مترادف، جس سے مراد بنی نوعِ انسان کا کوئی بھی رکن ہو سکتی ہے نہ کہ مرد۔ قدیم انگریزی میں مرد کے لیے Waepman اور عورت کے لیے Wifeman استعمال ہوتے تھے۔ Wifeman کا لفظ بعد ازاں Women میں تبدیل ہو گیا۔ جبکہ Man کا لفظ مرد کے لیے مخصوص سمجھا جانے لگا۔ اٹھارویں صدی کے بعد Man کا یہی محدود تصور راسخ ہو گیا۔''[۷]

جس طرح انگریزی میں لفظ Man مرد کے لیے مخصوص ہو گیا، اسی طرح اُردو میں بھی لفظ آدم یا آدمی مرد کے لیے خاص ہو گیا ورنہ ماضی میں یہ لفظ کسی صنف کے لیے مخصوص نہیں تھا۔ انیسویں صدی کے اختتام یا بیسویں صدی کی ابتدا تک آدمی سے مراد جملہ انسان تھے نہ کہ مرد۔ ''اردو لغت'' (تاریخی اصول پر) میں آدمی کے معانی مرد اور عورت دونوں درج ہیں۔[۸] ''گردابِ حیات'' کا ایک جملہ ہے:

''اباجان، اماں جان سے کہہ رہے تھے کہ رابعہ بصری ایک دن غور کرنے لگیں، حساب لگاتے ہی ایک چیخ ماری اور گر پڑیں۔ وہ بھی آدمی تھیں اور میں بھی آدمی ہوں۔''[۹]

صنفی غیر جانبدار زبان کے ماہرین اُن الفاظ و اصطلاحات کے متبادل تلاش کرتے ہیں جو زمانۂ قدیم سے مردوں نے بنائیں اور وہ تاحال زبان میں رائج ہیں۔ اُن کی کوشش ہے کہ Congressmen یا Manpower، Mankind ایسی مردانہ صنفی اصطلاحات (Masculine Genric Term) کے بجائے غیر جانبدار صنفی اصطلاحات Neutral Generic Terms تشکیل دی جائیں اور معاشرے میں اُن کا استعمال عام کیا جائے۔

زبان کو صنفی لحاظ سے غیر جانبدار بنانے کے تصورات کی بنیاد پر چند اہلِ دانش نے بعض حساس مذہبی عقائد پر ضرب لگائی۔ خصوصاً مسیحیت میں خدا کے آسمانی باپ ہونے کے عقیدے کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ ان مفکرین کا یہ کہنا ہے کہ خدا کا وجود صنف سے ماورا ہے۔ اُس کی ذات مرد وزن دونوں اصناف کی کاملیت پر مشتمل ہے۔ ان کا خیال ہے:

''خدا کے لیے تذکیری اصطلاحات صنفی لحاظ سے خدا کو مرد ظاہر کرتی ہیں۔ زبان کے صنفی غیر جانبدار تصور کے مطابق اس سے مرد بالا دستی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ یکساں اور متوازن صنفی اصطلاحات استعمال کی جائیں۔ مثال کے طور پر ماں یا باپ کے بجائے والدین، نگران یا سرپرست کہا جائے اور یسوع مسیح کو خدا کا بیٹا کہنے کے بجائے اُس کی روحانی اولاد کہنا مناسب ہوگا۔''[۱۰]

خدا کے صنف سے ماورا ہونے کا تصور نیا نہیں ہے۔ قدیم مذاہب میں بھی خدا کو جہاں وجود یا رنگ و نسل سے پاک ظاہر کیا گیا ہے، وہاں اس کے ماورائے صنف ہونے کے عقائد بھی موجود ہیں۔ خصوصاً زرتشت کی تعلیمات میں خدا کا تصور کسی مخصوص صنف سے وابستہ دکھائی نہیں دیتا۔

تانیثی اہلِ دانش کے مذکورہ خیالات کے تناظر میں یہ تو ممکن نہیں ہے کہ کسی نظریے کی سچائی ثابت کرنے کے لیے سرے سے کسی صنف ہی کا انکار کر دیا جائے یعنی خدا کے ساتھ ساتھ کسی مرد پیغمبر خدا کو بھی ماورائے صنف خیال کیا جائے۔ تاہم ان خیالات کے باطن میں موجود اس صداقت کا ادراک ضروری ہے جو صنفی توازن کے قیام کے لیے بیان کی گئی ہے۔

لسانی لحاظ سے دیکھیں تو انگریزی میں جملے کی ساخت کی نوعیت ایسی ہے کہ اسمائے ضمیر سے تو تذکیر و تانیث کی تمیز ہو جاتی ہے لیکن جملے کے آخر میں صیغے کے بیان سے اندازہ نہیں ہو تا جبکہ اُردو زبان میں یہ واضح معلوم ہو تا ہے کہ فعل کا تعلق کس صنف سے ہے۔ اس صورتِ حال میں خدا کے مذکر یا مؤنث اظہار کے لیے اسم ضمیر کا نہیں بلکہ صیغے کا مسئلہ درپیش ہو سکتا ہے۔ لسانی ساخت کی اس صورت میں خدا کے غیر جانبدار صنف کے اظہار کے لیے شاید اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو کہ صیغہ واحد کے بجائے جمع استعمال کیا جائے۔

اُردو میں عملی زندگی یا فنون سے وابستہ افراد کے لیے ایسے الفاظ تو شاید نہیں ہیں، جن کے آخر میں کسی صنف کا تعین ہو لیکن مروج الفاظ مثلاً مالی، استاد، ڈاکٹر اور فن کار سے عموماً مرد ہی مراد لیا جاتا ہے اور ان کی تانیث کے اظہار کے لیے انھی الفاظ کے آخر میں ہ، ن یا نی کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ یعنی مالی سے مالن، استاد سے استانی، ڈاکٹر سے ڈاکٹرنی اور فن کار سے فن کارہ۔

یہ ایک دلچسپ و عجیب امر ہے کہ تانیث کے اظہار کے لیے زبان کے کسی واضح اصول کی پابندی نہیں کی جاتی بلکہ بعض اوقات لفظ کی ساخت پر غور کیے بغیر مونث بنا دی جاتی ہے۔ مثلاً اداکار اور گلوکار میں کار ایک لاحقہ ہے، جس کا ایک معنی ہے اور جب مؤنث بنانے کے لیے اس کے آخر میں ہ کا اضافہ کیا جاتا ہے تو یہ لاحقہ بے معنی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح لفظ ہم سایہ میں سایہ ایک لفظ ہے اور جب ہم سایہ کی مونث بناتے ہوئے اسے ہم سائی کیا جاتا ہے تو یہ قطعی طور پر ایک بے معنی لفظ ہو جاتا ہے۔

اُردو میں اِس جبری تذکیر و تانیث کے بجائے اگر ایک ہی لفظ کو مذکر اور مونث دونوں کے لیے رواج دیا جائے تو مناسب ہو گا اور شاید بعض الفاظ اس بنیاد پر مستعمل ہو بھی چکے ہیں۔ اس امر کو سمجھنے کے لیے درج ذیل جملے توجہ چاہتے ہیں:

شمشاد بیگم بہت عمدہ گلوکار ہے۔
فہمیدہ ریاض ایک باغی شاعر ہے۔
ڈاکٹر نجیبہ عارف تحقیق کی کہنہ مشق استاد ہے۔
مالی پودوں کو پانی دے چکی تھی۔
عابدہ حسین جھنگ کی ایک بڑی جاگیر دار ہے۔

صنفی غیر جانبدار زبان کو فروغ دے کر تذکیر و تانیث کے مروجہ تصورات کو ختم کرنے کا مقصد سماج میں پائے جانے والے اُن تصورات کا بھی قلع قمع کرنا ہے، جن کی بنیاد پر مرد طاقت ور، توانا اور برتر ہے جبکہ

عورت کمزور، نازک اور کم تر تصور کی جاتی ہے۔ اس کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ خطابات ہی باقی نہ رہیں جو کسی صنف کو پکارتے وقت متعصبانہ طور پر ذہن میں جنم لیتے ہیں۔

امریکن سپیچ۔ لینگویج۔ ہیئرنگ۔ ایسو سی ایشن (ASHA) ایک ایسی تنظیم ہے جو نظریاتی مباحث یا کسی بھی نوع کی تقریر و تحریر میں موثر ابلاغ کے حوالے سے درپیش مسائل کے حل کے لیے قائم کی گئی ہے۔ اس سے وابستہ ماہرینِ لسان یہ تجویز پیش کرتے ہیں:

> ”صنفی مساوات کی حامل زبان کا استعمال ابلاغ کو بہتر بناتا ہے۔ مصنفین جو یہ واضح کرتے ہیں کہ کون سی صنف زیر بحث ہے وہ قاری سے واضح طور پر بات چیت کرتے ہیں۔ اگرچہ ہماری زبان کے کچھ پہلو جن کو صنفی تعصب کا حامل سمجھا جا سکتا ہے وہ ہماری ثقافت میں مضبوطی سے سرایت کر رہے ہیں، لیکن معنی پر دھیان دینے اور محتاط توجہ دینے کے نتیجے میں درست، غیر جانبدارانہ ابلاغ کا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ ان رہنما خطوط کا مقصد مواصلات کو فروغ دینا ہے جو صنف سے متوازن، منصفانہ اور غیر جانبدارانہ ہو۔۔“(۱۱)

نسائی زاویۂ نظر سے زبان کی تشکیل نو کے تصورات صنفی لحاظ سے انسانی مساوات کی جانب مثبت پیش قدمی ہیں لیکن ان تصورات کی عملی شکل کی راہ میں بہت سے دیگر نظریات بھی توجہ چاہتے ہیں، جن کی بنیاد پر الفاظ کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے اور اُن کا استعمال تسلسل کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ آغاز میں اخوّت، Brotherhood اور بھائی چارہ ایسے الفاظ کی جانب اشارہ کیا ہے۔ اُردو میں بہت سے دیگر ایسے الفاظ ہیں جن میں تذکیری برتری کا عنصر موجود ہے۔ مثلاً آباواجداد، عالمی برادری اور برادر ممالک ایسے الفاظ میں صنفی لحاظ سے مذکر وجود کو اہمیت دی گئی ہے۔

اُردو زبان میں الفاظ کے باطن میں مذکورہ صنفی جانبداری کے علاوہ بعض ایسے تعصبات بھی لائقِ توجہ ہیں جن کا تعلق زبان کی لسانی ساخت کے بجائے سماج میں پائے جانے والے تصورات سے ہے۔ یہ زبان نے جس معاشرے میں نشوونما پائی، اس کی بعض روایات و اقدار کی وجہ سے متعدد الفاظ، تراکیب، محاورات اور ضرب الامثال ایسی ہیں جن میں صنفی لحاظ سے قدیم سماجی تصورات کا بیانیہ موجود ہے اور ان کے ذریعے مرد کی صنفی برتری اور اس کے برعکس تانیثی کمتری کے احساسات کو ظاہر کیا گیا ہے مثلاً لغات میں مرد کے دیے گئے معانی میں صرف اُس کا صنفی معنی درج نہیں بلکہ بہادری، برتری، شان و شکوہ اور شوکت و سطوت کے اُن تمام تر تصورات کا عکس دیکھا جا سکتا ہے جو ماضی قدیم سے انسانی معاشرے میں موجود ہیں۔

اُردو لغات میں لفظ ”مرد“ کے درج ذیل معانی درج کیے گئے ہیں:

i۔ شریف آدمی

ii۔ بہادر، دلیر، سورما، حوصلہ مند، غیرت مند

iii۔ شریف، عالی خاندان، خاندانی

iv۔ اہل، لائق، شایاں

v۔ حریف [۱۲]

لفظ ''مرد'' کی رعایت سے جو صفات تشکیل دی گئی ہیں وہ بھی مذکورہ تصورات ہی کا تسلسل ہیں۔ مثلاً:

i۔ مردانگی بمعنی جرأت، بہادری، جواں مردی، شجاعت

ii۔ غازی مرد بمعنی بہادر آدمی، جنگجو آدمی، جنگ آزما آدمی

iii۔ مردانہ چال بمعنی مردوں کی سی رفتار

iv۔ مردانہ عزائم بمعنی پختہ حوصلے اور ارادے، حوصلہ مندانہ سوچ، بلند حوصلے

v۔ مردانہ کام بمعنی ہمت کا کام

vi۔ مردانہ برتاؤ بمعنی مردانگی کا رویہ، بات کی پچ کرنا۔

vii۔ مردانہ پن بمعنی مرد ہونے کی حالت، مردانگی، بہادری، دلیری، جرات کا

viii۔ مردانہ جلالت بمعنی مردانہ خلقت سے تعلق رکھنے والی اندرونی تحریک

ix۔ مرد آخریں بمعنی مرد پیدا کرنے والا، بہادری کو جنم دینے والا

x۔ مرد کار بمعنی صاحب عزم، حوصلہ مند آدمی

xi۔ مرد آہن یعنی فولاد کی طاقت رکھنے والا آدمی، نہایت قوی آدمی، بہت بہادر آدمی [۱۳]

''مرد'' کے برعکس لغات میں عورت کا معنی سطر کے مفہوم میں ہے۔ یعنی اس کا مطلب مرد کا متضاد نہیں بلکہ ''جسم کے وہ اعضا جن کے دیکھنے دکھانے سے شرم آئے'' مراد ہیں۔ اسی طرح عورت کے لفظ سے وابستہ صفات میں کمزوری اور ناتوانی کے مفاہیم بھی وابستہ ہیں۔ یہی صورتِ حال لفظ ''زن'' کے معانی میں بھی نظر آتی ہے۔ اس لفظ سے وابستہ صفات خصوصاً زنانہ پن اور زنانی دیوانی میں ایک خاص طنزیہ عنصر بھی موجود ہے۔

کہاں سے آئے گا بیٹوں میں عسکری جوہر
کہ ہیں زنانوں سے بدتر یہ فیشن ایبل باپ

اردو زبان میں عورت سے وابستہ بعض کہاوتیں اور ضرب الامثال بھی محلِ نظر ہیں جن میں عورت کی ذات سیرت، کردار اور فطرت کے بارے میں ایک خاص زاویۂ نظر پایا جاتا ہے۔

i۔ عورت اور گھوڑا ران تلے

دونوں تب تک اپنے ہیں، جب تک قابو میں ہوں۔

ii۔ عورت پر جہاں ہاتھ پھیرا، وہ پھیلی

اس توہم کا اظہار کہ عورت کو مرد کا ہاتھ لگے تو اُس کا جسم پھیلنے لگتا ہے۔

iii۔ عورت رہے تو آپ سے، نہیں تو سگے باپ سے

عورت کسی کے قابو میں نہیں رہ سکتی، اگر بد چلن ہو جائے تو کسی کی پروا نہیں کرتی۔

iv۔ عورت کی ذات بے وفا ہوتی ہے

عورت سے وفا نہیں اگر اُسے موقع ملے تو وہ بد چلن ہو جاتی ہے۔

v۔ عورت کی عقل / مت گدی کے پیچھے

عورت بے وقوف ہوتی ہے۔

vi۔ عورت کی مت مان

(۱) عورت کا کہنا نہیں ماننا چاہیے۔ (۲) نصیحت عورت بھی کرے تو مان لینی چاہیے۔

vii۔ عورت کی ناک نہ ہوتی تو گو کھاتی

عورت ناقص العقل ہوتی ہے اس کی رہنمائی جبلت کرتی ہے۔

viii۔ عورت موم ہوتی ہے

عورت کو جس ماحول میں چاہو، ڈھالا جا سکتا ہے۔

ix۔ مرد کا کیا ہے۔ ایک جوتی پہنی اور اتار دی

مرد جب چاہے عورت کو طلاق دے دے۔ مرد کے نزدیک عورت کی حیثیت جوتی کی سی ہے۔[۱۴]

اُردو زبان میں سماجی سطح پہ صنفی جانبداری کا عنصر عائلی رشتوں سے وابستہ الفاظ میں بھی واضح ہے اور ایک تذکیری غلبہ نمایاں نظر آتا ہے۔ مثلاً لفظ "خاوند" دراصل خداوند کی ارتقائی صورت ہے جس کا معنی ہے خدا کی طرح۔ یہ تصور محض لفظ کی حد تک نہیں بلکہ شوہر کو مجازی خدا سمجھنے کی قدر بھی موجود ہے اور یہ دلچسپ امر ہے کہ جس طرح حقیقی خدا کے احکامات کی بجا آوری فرض ہے، اُسی طرح مجازی خدا کے احکامات کی تکمیل اور اُس سے کسی نوع کا شکوہ شکایت یا بولنا گناہ کی ذیل میں آتا ہے نیز ہر طرح کا امر بجالانا فرضِ عین خیال کیا جاتا ہے۔

تم جو یوں میرے مجازی ہو خدا
جس طرح سے امر ہو لاؤں بجا
جس سے اب فرمایئے! اُس سے چھپوں

کس کے آگے ہوں مَیں اور کس سے چھپوں[۱۵]

قابلِ غور امر ہے کہ انگریزی لفظ Husband کے ماخذ "*hūsbōnda*" کا مطلب بھی گھر کا آقا یا زمین کا مالک ہے۔ یہی تصور ہندی لفظ پتی میں پایا جاتا ہے۔ جس کا مطلب رکھنے والا ہے۔ یہ لفظ بعض دیگر الفاظ میں بطور لاحقہ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کروڑ پتی۔ دھرم پتی وغیرہ۔ پتی کی رعایت سے ہندی میں ایک لفظ پتی دھرم بھی ہے۔ جس کا مطلب آقا کا مذہب یا شوہر کی تابع فرمانی ہے۔

عائلی رشتوں سے متعلق الفاظ میں جو آدرش یا فرحت بخش تصورات مرد اولاد کے بارے میں پائے جاتے ہیں، وہ بیٹیوں کے سلسلے میں ہرگز نہیں نظر آتے۔ مثلاً:

i۔ باپ مرے تو پوت راج کریں۔
باپ مرے تو بیٹے راج کرتے ہیں۔

ii۔ لاڈلا پوت، کٹورے موت۔
لاڈلا بچہ خراب ہو جاتا ہے۔

iii۔ باوا کماوے، بیٹا اُڑاوے۔
جہاں بیٹا عیاش اور فضول خرچ ہو وہاں کہتے ہیں۔

iv۔ بیٹا ہو کر بھنگ نہ پیوے، بیٹا نہیں وہ بیٹی ہے۔
بھنگڑوں کا مقولہ کہ مرد کو بھنگ پینی لازم ہے۔[۱۶]

اس کے برعکس بیٹی کے رشتے کے سلسلے میں رنج، اداسی اور تحقیر کے احساسات غالب ہیں۔ ذیل کی ضرب الامثال پر غور کریں تو ماضی کے اشرافیہ اساس سماجی تصورت کی تصویر واضح اسلوب میں دیکھی جا سکتی ہے:

i۔ بیٹی اور مری مچھلیاں رکھنے کی چیز نہیں۔
بیٹی کی شادی جلد کرنی چاہیے ورنہ خرابی پیدا ہوتی ہے۔

ii۔ بیٹی کا دھن نمانا ہے، آتے بھی رلائے، جاتے بھی رلائے۔
بیٹی کی پیدائش اور شادی یا مرنے پر ماں باپ غمگین ہو جاتے ہیں۔[۱۷]

زبان سماجی بیانیوں کی عکاس ہوتی ہے۔ کسی بھی معاشرے کے فکری باطن سے جنم لینے والی اقدار الفاظ و محاورات بلکہ لہجے اور آہنگ پر بھی اثرانداز ہوتی ہیں۔ اگرچہ تمام معاشروں کی تشکیل ایک طرز پر نہیں

ہوئی تاہم بہت سی قدریں، انسانی جبلت کے باعث مشترک رہی ہیں اور باوجود جغرافیائی اور تہذیبی دوریوں کے انسانی فکر کی ارتقائی صورتیں یکساں بنیادوں پر استوار ہوتی رہی ہیں۔

اُردو زبان میں صنفی جانبداری سے متعلق الفاظ، محاورات اور ضرب الامثال محض اس زبان کا لسانی پہلو نہیں ہے بلکہ تاریخ میں انسانی ارتقا کے اُن عالمی ہمہ گیر اثرات کا حصہ ہے، جو دیگر زبانوں میں بھی نمایاں ہے اور ان اثرات میں نسائی وجود پر تذکیری غلبہ ایک واضح سماجی عنصر ہے۔

مغربی معاشروں میں گزشتہ چند برسوں سے نسائی اہلِ دانش کی جانب اُٹھائے گئے سوالات نے ماضی قدیم سے تشکیل پائی معاشرتی قدروں کے اثرات کے باعث زبان میں صنفی جانبداری کے پہلوؤں کے بارے میں ایک شعور اُجاگر کیا ہے اور زبانوں میں یکساں صنفی لسانی نظام کو تشکیل دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس کے برعکس اُردو میں تانیثیت سے متعلق مباحث میں اس تحریک کے بعض مبادیاتی نکات یا ادبی اقدار پر تو گفتگو کی گئی ہے لیکن اُردو زبان کے باطن میں صنفی جانبداری یا تذکیری غلبے کے عناصر کے سلسلے میں کوئی اہم علمی سوال مفقود نظر آتا ہے۔

حوالہ جات و حواشی

۔ کیسے ملر (Casey Miller) ایک امریکی تانیثی دانشور ہیں جو یونیورسٹی آف یال کے طبی سکول میں نیوز بیورو کی ڈائریکٹر رہیں۔ آپ نے زبان کے باطن میں موجود صنفی تعصبات پر تحقیقی کام کیا۔ معروف تانیثی مجلے "Ms" کے پہلے شمارے میں آپ کا مضمون "Desexing the English Language" کیٹ سوئفٹ کے اشتراک سے شائع ہوا۔

https://books.google.com.pk/books?id=6eICAAAAMBAJ&pg=PA103&lpg=PA103&dq=desexing+the+language+article+kate+swift&source=bl&ots=mJbxoJIDqX&sig=y-xs_IaRqFu3-a7dMVm5XOaOc74&hl=en&ei=X9glTvLNGsnV0QGc1d3rCg&sa=X&oi=book_result&ct=result&redir_esc=y#v=onepage&q&f=false

۲۔ کیٹ سوئفٹ (Kate Swift) کیسے ملر کی رفیق کار ہیں جو "Women's Institute for Freedom of the Press (WIFP)" سے وابستہ رہیں۔

۳۔ ہنری واسٹن فولر (Henry Waston Fowler) برطانیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ انگریزی زبان کے استاد اور معتبر لغت نویس ہیں۔ "A Dictionary of Modern English Usage" اور "Consice Oxford Dictionary" آپ کی مرتبہ لغات ہیں۔

4. "Gender-neutral language or gender-inclusive language is language that avoids bias towards a particular sex or social gender. In English, this includes use of nouns that are not gender-specific to refer to roles or professions, as well as avoidance of the pronouns he, him and his to refer to people of unknown or indeterminate gender."

Fowler, H.W. (2015). Butterfield, Jeremy (ed.).A *Dictionary of Modern English Usage*. Oxford University Press. ISBN 978-0-19-966135-0.

۵۔ تانیثی دانشور صنفی طور پر غیر جانبدار زبان کی تشکیل کی خاطر منصب یا ذمہ اری کے لیے مروج الفاظ کے متبادل کے طور پر جو ذخیرہ الفاظ تلاش کر رہے ہیں، اس کی چند مثالیں ذیل میں ملاحظہ ہوں:

Gendered Title	**Gender Neutral Title**
businessman, businesswoman	business person/person in business, business people/people in business
chairman, chairwoman	chair, chairperson
mailman, mailwoman, postman, postwoman	mail carrier, letter carrier, postal worker
policeman, policewoman	police officer
salesman, saleswoman	salesperson, sales associate, salesclerk, sales executive

steward, stewardess	flight attendant
waiter, waitress	server, table attendant, waitron
fireman, firewoman	Firefighter
barman, barwoman	Bartender

٦۔ کیرلن جیکب سن (Carolyn Jacobson) مزدور رہنما اور خواتین کے حقوق کی علمبردار ہیں۔ آپ نے محنت کش خواتین کے لیے مسلسل کام کیا۔ Coalition of Labor Union Women کی بنیادی رکن ہیں۔ اس کے علاوہ "International Labour Communication Association" کی بھی رکن ہیں۔

7. " Man once was a truly generic word refeرrring to all humans, but has gradually narrowed in meaning to be/come a word that refers to adult male human beings. Anglo-Saxons used the word to refer to all people. One example of this occurs when an Anglo-Saxon writer refers to a seventh-century English princess as "a wonderful man." Man paralleled the Latin word homo, "a member of the human species," not vir, "an adult male of the species." The Old English word for adult male was waepman and the old English word for adult woman was wifman. In the course of time, wifman evolved into the word "woman." "Man" eventually ceased to be used to refer to individual women and replaced wer and waepman as a specific term distinguishing an adult male from an adult female. But man continued to be used in generalizations about both sexes. By the 18th century, the modern, narrow sense of man was firmly established." https://www2.stetson.edu/secure/history/hy10302/nongenderlang.htm

٨۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر)، ترقی اُردو بورڈ، کراچی،

٩۔ راشد الخیری، گردابِ حیات، محبوب المطابع، دہلی، ١٩٤٢، ص ٦٤

10. "According to the theology, God's divinity contains the perfections of both the male and female. However, because God revealed God's self as male, Christianity has made masculine language normative in the description of God. Advocates of inclusive language argue that the use of masculine terms demonstrates and perpetuates patriarchy and sexism. Their solution would be the equal use of gendered terms. For example the use of Mother and She along with Father and He,

and replacing of gendered terms with ungendered terms such as Parent and Monarch. Also, Jesus Christ could be called the Divine Child instead of Son of God."
https://www2.kenyon.edu/Depts/Religion/Projects/Reln91/Gender/godlang&femchristology.htm

11. "Using gender-equitable language improves communication. Authors who make clear which gender is under discussion communicate clearly to the reader. Although some aspects of our language that may be considered gender-biased are firmly embedded in our culture, rephrasing and careful attention to meaning can result in accurate, unbiased communication. The purpose of these guidelines is to foster communication that is balanced, fair, and impartial relative to gender."
https://www.asha.org/policy/gl1993-00200/

۱۲۔ اُردو لغت (تاریخی اصول پر)، اُردو لغت بورڈ، کراچی

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ وارث سرہندی، جامع الامثال، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء

۱۵۔ مرزا محمد رفیع سودا، کلیاتِ سودا، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۵۸۵

۱۶۔ جامع الامثال

۱۷۔ ایضاً